شمس العلما مرزا قلیچ بیگ کی علمی خدمات

The analysis of shams ul ulma Mirza Qaleech Baig literary services

DOI:

*** Hakim Ali Buriro**

Abstract

Dr Hakim: The modern era was blessed with the most prominent and iconoclast scholar Mirza Qaleech Baig in Sindhi literature.Sindi prose received great impetus by his countless efforts.He enriched Sindhi prose by writing original works of fiction and non fiction , adaption and translation.His services for Sindhi prose include numerous novels,dramas, history books, educational books, and dictionaries.He also contributed a lot in different genres of poetry.in this research paper an attempt has been made to analyze his services in Sindhi prose.

Keywords:

جدید سندھی ادب کی یہ خوش قسمتی تھی کہ ابتدائی سفر میں ہی اسے مرزا قلیچ بیگ جیسے نابغہ روزگار شخص کی توجہ اور خدمت گزاری نصیب ہوگئی۔مرزا قلیچ بیگ خوش کلام شاعر بھی تھے اور انھوں نے اپنے رہنمایانہ کردار اور شاعرانہ صلاحیت سے کام لیتے ہوئے جدید سندھی شاعری کے رخ متعین کر دیئے اور اس میں صحت مند تبدیلی کی روح پھونک دی تھی۔انھوں نے سندھی شاعری میں نہایت پر وقار ورثہ چھوڑا ہے اور سندھی شاعری کو عمر خیام کی رباعیات کا تحفہ پیش کیا ہے۔

”حقیقت یہ ہے کہ مرزا قلیچ بیگ کا بے مثال کارنامہ سندھی نثری ادب کو باثر وت بنانا تھا۔جس میں کوئی ان سے ہم سری کا دعوے دار نہیں۔مرزا قلیچ بیگ نے نظم و نثر کی شاید ہی کوئی صنف ہو جس پر طبع آزمائی نہ کی ہو اور اسے اپنی علمیت، ہنرمندی اور صلاحیت سے درجہ اول پر نہ پہنچا دیا ہو۔بے شک ان کا شمار جدید سندھی ادب کے محسنوں میں ہوتا ہے۔مرزا قلیچ بیگ کے کارنامے اس وقت اور بھی اہم ہو جاتے ہیں جب ہمیں پتا چلتا ہے کہ وہ اور ان کا خاندان نسلی اعتبار سے سندھی نہ تھا۔اور وہ معروف معنوں میں سرزمین سندھ کی اولاد (Son of the Soil) نہ تھے“۔[1]

....

*Department of Pakistani Language, AIOU

مرزا قلیچ بیگ نے اپنی کتاب " تاریخ سندھ کے آخر میں اپنے والد اور اپنے نانا کے حالات زندگی مختصراً تحریر کیے ہیں جس کے مطالعے سے پتا چلتا ہے کہ ان کے والد مرزا فریدون بیگ جار جیا کے رہنے والے تھے اور ۱۸۱۴ء میں جارجیا کے صدر مقام طفلس کے قریب واقع سکاز (Sakaz) کے ایک کرسچین گھرانے میں پیدا ہوئے تھے ان کا کرسچین نام سڈنی تھا۔ایران کے والی محمد خان نے جارجیا پر حملہ کیا تو مرزا فریدون کے والد جارجیا کے امیر ہرکس کی طرف سے جنگ میں شریک ہوئے تھے لیکن بدقسمتی . سے اس جنگ میں جارجیا کو شکست ہوئی اور نتیجے میں مرزا فریدون بیگ کے والد اہل و عیال سمیت قیدی بنا لیے گئے تھے۔کسی طرح وہ قید سے فرار ہونے میں کامیاب ہوگئے اور ایک مرتبہ پھر جارجیا کے بادشاہ کے حواریوں میں شریک ہو گئے۔

دوسری جنگ میں بھی جارجیا کو شکست ہوئی اور فریدون بیگ کے والد اپنے بڑے بیٹے جون کے ساتھ جنگ میں مارے گئے جب کہ ان کی والدہ نے بے عزتی کے خوف سے خودکشی کر لی اور سڈنی جو اس وقت محض دس سال کے تھے، قیدی بنا کر تبریز لے آئے گئے۔یہاں انھیں ایک رحم دل تبریزی سید مرتضیٰ شاہ نے اپنی پناہ میں لے لیا اور ان کو اسلامی علوم کی تعلیم دینی شروع کی اور ان کا نام مرزا فریدون بیگ تھا۔نوعمر فریدون بیگ نے اپنی ذہانت اور قابلیت کا سکہ جما دیا۔یہ اتفاقی امر ہے کہ اسی زمانے میں امیر سندھ میر کرم علی خاں کے ایک سفیر کا میر فتح علی شاہ، والی ایران کے دربار میں آنا ہوا جہاں اس نے فریدون بیگ کی ذہانت اور علمیت کا مشاہدہ کیا اور اس بات میں دلچسپی ظاہر کی کہ اگر فریدون بیگ کو تحفتاً میر کرم علی خاں کو دے دیا جائے تو وہ اسے اپنے لے پالک اولاد کی حیثیت پروان چڑھائے گا۔ان حالات میں مرزا قلیچ بیگ کے والد مرزا فریدون بیگ دس بارہ سال کی عمر میں سندھ میں آئے۔اس سے قبل ان کے نانا مرزا ناصر خسرو بیگ جو خود بھی جارجیا کے رہنے والے تھے اور کچھ ہی مدت قبل ایران سے سندھ میں ایسے ہی ملتے جلتے حالات میں لائے گئے تھے۔ اور میر کرم علی خاں کے ہاں ان کا بھی وسیلہ ہو گیا تھا جہاں مرزا فریدوں بیگ میر کرم علی خاں کے پاس میں پرورش پا رہے تھے۔مرزا ناصر خسرو بیگ پر میر کرم علی خاں نے اس حد تک اعتماد کیا کہ نہ صرف انھیں اپنے درباریوں میں شامل کیا بلکہ شاہی مہران کے تصرف میں رہنے لگی تھی اور عملی طور پر انھیں وزیر اعلیٰ کے اختیارات حاصل تھے اور ان کی یہ حیثیت میر کرم علی کی وفات (۱۸۲۷ء) تک جاری رہی۔میر کرم علی کے انتقال کے بعد مرزا خسرو بیگ نے خود کو سرکاری امور سے

دور کر لیا۔لیکن میر کرم علی کے جانشین ان کے ساتھ عزت و احترام ہی کا برتاؤ کرتے رہے۔ان کی باقی ماندہ زندگی میروں ہی کے ہم جلیسی میں گزری۔یہاں تک کہ جنگ میانی کے بعد جب میروں اور ان کے متعلقین کو گرفتار کیا گیا تو ان میں مرزا خسرو بیگ اور ان کے اہل و عیال بھی شامل تھے اور جب میر قید کر کے بمبئی لے جائے گئے تو مرزا خسرو بیگ کو ان کی بیگمات کے پاس چھوڑ گئے جن کی وہ تا عمر نگہداری کرتے رہے۔

شروع شروع میں مرزا فریدون بیگ نے بھی مرزا خسرو بیگ ہی کے ساتھ رہائش اختیار کی تھی اور یہیں ان کی صاحب زادی سے ان کا نکاح ہوا تھا۔اس شادی سے مرزا فریدون بیگ کے سات لڑکے پیدا ہوئے۔مرزا قلیچ بیگ مرزا فریدون بیگ کی تیسری اولاد تھے جو ۱۸۵۳ء میں ٹنڈو ٹھوڑو کے مقام پر پیدا ہوئے۔فریدون بیگ کا انتقال ۱۸۷۱ء میں ہوا تھا۔

"مرزا قلیچ بیگ نے ابتدائی تعلیم ٹنڈو ٹھوڑو کے اسکول میں حاصل کی۔۱۸۶۵ء میں اینگلو ورنیکر اسکول میں داخلہ لیا اور ۱۸۷۲ء میں میٹرک کا امتحان اعزاز کے ساتھ پاس کیا۔۱۸۷۳ء میں بمبئی کے الفنسٹن کالج میں اعلیٰ تعلیم کی تکمیل کے لیے داخل ہوئے جہاں مرزا حیرت دہلوی کی شاگردی میں بھی رہے۔ بی اے کرنے کے بعد ریونیو ڈپارٹمنٹ میں پہلے مختیار کار اور بعد میں شکار پور کے سٹی مجسٹریٹ مقرر ہوئے۔اور آخر میں نو سال تک کوٹری ڈویژن میں ڈپٹی کلکٹر (ڈپٹی کمشنر) رہے۔۱۹۰۹ء میں ملازمت سے پنشن حاصل کرلی اور ہمہ وقت سندھی زبان و ادب کی خدمت میں جو ابتدا ہی جاری تھی ، خود کو وقف کر دیا اور ۱۹۲۹ء میں سندھی زبان کو گراں مایہ سرمایہ عطا کرنے کے بعد انتقال کیا "۔2

مرزا قلیچ بیگ ایک روشن خیال، ذہین اور منطقی مزاج کے حامل شخص تھے۔فارسی، ترکی تو ان کے خون میں شامل تھی، عربی، انگریزی اور فرانسیسی انھوں نے اپنی قابلیت سے سیکھی تھی۔اردو زبان اور ادب کا شوق قیام بمبئی میں پیدا ہوا تھا۔ان سب زبانوں میں وہ ماہرانہ دسترس تصنیف و تالیف کی صلاحیت رکھتے تھے۔ان کے بارے میں ڈاکٹر نبی بخش بلوچ نے درست تحریر کیا ہے کہ" اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ یہ بات ہم سب کو نہایت انکساری اور شکر گزاری کے ساتھ تسلیم کر لینی چاہیے کہ " تاریخی اعتبار سے مرزا قلیچ بیگ ہمارے سب سے بڑے ادیب، عالم، مدبر اور دانش ور ہیں جنھوں نے تن تنہا سندھی کو اتنا عظیم ذخیرہ عطا کیا"۔3

جدید سندھی ادب کے رہنما ادیب جناب ابراہیم جویو مرزا قلیچ بیگ کی بابت لکھتے ہیں کہ:

"شمس العلما مرزا قلیچ بیگ سندھی زبان کے مجتہد عالموں میں سرفہرست ہیں جنھوں نے اپنی تحریروں سے سندھی ادب کو خاص طور پر سندھی کے نثری ادب کو مالا مال کر دیا ہے۔مرزا قلیچ بیگ کی طرح کوئی دوسری مثال تاریخ میں موجود نہیں ہے"۔4

ابراہیم جویو مزید لکھتے ہیں کہ:

آج جب سندھی زبان کا دامن ہر قسم کے علمی و ادبی شہ پاروں سے پر ہے اور لوگوں میں سندھی زبان اور ادب کی ترقی و ترویج کے بارے میں زیادہ بہتر شعور اور احساس کارفرما ہے۔اس بات کا اعتراف کرتے ہوئے کوئی جھجک محسوس نہیں ہوتی کہ وہ لگن اور انہماک جس سے مرزا قلیچ بیگ نے سندھی زبان اور ادب کی خدمت کی تھی ان کے بعد نظر نہیں آتا۔اُس وقت کے نامساعد حالات میں جس طرح انھوں نے نظم و نثر کے میدان میں اپنے قلم کے کارنامے دکھائے ہیں اور ہر موضوع ہر صنف پر ایک سے ایک نا در کتاب لکھی ہے، ان سب کا خیال کر کے حیرت ہوتی ہے کہ ایک تنہا اکیلا شخص کس طرح ہر صنف میں خواہ وہ داستان، قصہ گوئی، ناول، افسانہ، ناٹک، شعر، تنقید، تاریخ، سوانح، اخلاق، مذہب، طب، تصوف، صحت، لغت، سائنس، گرامر، موسیقی غرض علم و ادب کاوہ کون سا شعبہ ہے جسے مرزا قلیچ بیگ نے اپنی تخلیقی صلاحیتوں سے سیراب نہ کیا ہو... انھوں نے جس موضوع پر بھی قلم اٹھایا ہے، اسے فکری بلندی پر پہنچا دیا ہے اور مشکل سے مشکل مسئلہ اور موضوع کو اس طرح آسان کر کے بیان کر دیا ہے کہ بچے بھی سمجھ لیں۔یہ بس ان کا کمال تھا۔انھوں نے نہ صرف بڑوں کے لیے لازوال تحریریں چھوڑی ہیں بلکہ بچوں کے لیے بھی خوب صورت نظمیں اور نثری سوغاتیں دی ہیں، انھوں نے اپنی ناولوں اور ڈراموں میں اس بات کا خاص طور پر خیال رکھا ہے کہ ان کے مطالعے سے نوجوانوں کا عملی و اخلاقی معیار بلند ہو اور عورتوں اور بچیوں کی زندگی میں تہذیب و تربیت کی روشنی پیدا ہو انھوں نے تصوف اور اسلام کے مضامین بھی سمجھائے ہیں اور انجیل، توریت، زبور، اور ہندو دھرم کے فلسفیانہ نکات بھی بیان کیے ہیں، انھوں نے "حجت الشیعہ" بھی لکھی اور تحفہ اسماعیلیہ بھی لکھی‌اور عام ملاؤں کے لیے نصیحت نامہ بھی مرتب کیا ہے۔بے شک وہ ہمہ جہت شخص تھے"۔5

مرزا قلیچ بیگ کو جدید ادب کی بیش تر اصناف میں اولیت حاصل رہی ہے۔وہ پہلے شخص تھے جنھوں نے سندھی ادب کو ڈرامے کی صنف دی، ان کا پہلا طبع زاد ڈراما و لیلی مجنوں ۱۸۸۰ء میں لکھا گیا تھا

اور اس کے بعد متعدد ڈرامے سندھی میں لکھے گئے، جب کہ اس سے قبل سنسکرت کا ڈرامہ رتنا ولی" دیوان کوڑومل ترجمہ کر چکے تھے۔طبع زاد ناول نگار کی ابتدا بھی مرزا قلیچ بیگ ہی سے ہوتی ہے اور پروفیسر منگھا رام ملکانی اپنی کتاب سندھی تاریخ میں مرزا قلیچ بیگ کے ناول ''دلا رام'' اور ''زینت'' کو سندھی کی اولین طبع زاد ناولوں میں شمار کرتے ہیں۔مرزا قلیچ بیگ نے دوسری زبانوں کے شاہ کاروں کے تراجم اور تلخیص کےذریعے سندھی زبان و ادب کے تناظر کو نہ صرف وسیع کیا ہے بلکہ اس میں ہمہ جہت تنوع بھی پیدا کیا ہے۔انھوں نے شیکسپیئر کے مشہور ڈراموں کو سندھی نثر میں ترجمے اور تلخیص کے ذریعے اس طرح پیش کیا ہے کہ اصل کرداروں کو مقامی کرداروں کے نام دے دیئے جس سے پڑھنے والے کے لیے ایک خاصی دلچسپی اور لگاؤ پیدا ہو جاتا ہے۔وہ ان ڈراموں اور کہانیوں میں مقامی رنگ پیدا کر دیتے تھے جس کی وجہ سے پڑھنے والا اس پوری فضا سے یگانگت محسوس کرتا تھا۔ چنانچہ شیکسپیئر کے Lamb's Tales from Shakespear کو دل پسند قصہ'' کے نام سے پیش کیا۔وکٹر ہوگیو کے ناول کا ترجمہ مصیبت ماریا، سائیں سنوار یا'' کے نام سے ترجمہ و تلخیص کیا ہے۔مرزا قلیچ بیگ کی طبع زاد تخلیقات اور ترجموں کی فہرست بہت طویل ہے۔اور اس فہرست پر نظر ڈالتے ہی پتا چلتا ہے کہ نظم و نثر کی شاید ہی ایسی کوئی صنف ہوگی جس پر انھوں نے توجہ صرف نہ کی ہو، ''محترمہ نور افروز خواجہ نے مرزا قلیچ بیگ پر اپنے پی ایچ ڈی کے مقالے میں انھیں بسیار نویں' ادیب کہا ہے۔جس سے انکار ممکن نہیں'' ۔6

دیوان کوڑو مل انھیں کتابیں لکھنے کی مشین کہا کرتے تھے۔سندھی نثر کی تاریخ میں دیوان منگھا رام ملکانی مرزا صاحب کو سندھی ادب'' کے '' چاسر'' کے لقب سے یاد کرتے ہیں۔ڈاکٹر شمس الدین عرسانی ان کی ہمہ جہت صلاحیتوں کو خراج عقیدت پیش کرتے ہیں کہ اس قدر متنوع موضوعات پر لکھنے کے باوجود مرزا قلیچ بیگ کے جہانِ ادب میں کوئی ایک جگہ بھی ایسی دکھائی نہیں دیتی جہاں ادبی معیار میں کمی آتی ہوئی محسوس ہوتی ہو۔

'' تاج جو یو اور امین لغاری کی مرتب کردہ کتاب میں مرزا قلیچ بیگ کی شعری و نثری تصنیفات و تالیفات کی کل تعداد ۴۵۸ بتائی گئی ہے۔اتنی بڑی تعداد کتب کا کسی بھی زبان کے ادب میں بھی کسی ایک ہی شخص سے منسوب ہونا یقیناً حیران کن اور غیر معمولی بات کہی جائے گی''۔7

مرزا قلیچ بیگ اور ان کے ہم عصر جنھوں نے تصنیف و تالیف کا کام انیسویں صدی کے نصف آخر میں شروع کیا تھا۔بیسویں صدی کی ابتدائی تین دہائیوں پر بھی سایہ لگن رہے ہیں۔خاص طور پر مرزا قلیچ بیگ تو ایسا تناور درخت تھے جس کی چھاؤں دور دور تک پھیلی ہوئی ہے اور جدید ادب کی کوئی صنف ہو مرزا قلیچ بیگ کے تذکرے کے بنا اس کا خاطر خواہ جائزہ نہیں لیا جاسکتا۔" مرزا قلیچ بیگ ایسے ان تھک کام کرنے والے تھے کہ ان جیسی کوئی دوسری نابغہ روزگار شخصیت پیدا نہیں ہوئی۔ انھوں نے تن تنہا اتنا کام کیا ہے اور نثر و نظم کے دامن کو معیار اور مقدار کے اعتبار سے اس قدر ثروت مند بنا دیا ہے جو کسی بھی زبان کے لیے باعث افتخار ہوسکتی ہے"۔ 8

بلاشبہ وہ سندھی زبان میں سب سے بڑے مترجم تھے، جنھوں نے دنیا کے مختلف علوم اور زبانوں کے منتخب شہ پارے سندھی میں منتقل کیے ہیں زندگی و ادب کا شاید ہی کوئی ایسا شعبہ رہ گیا ہو جسے مرزا قلیچ بیگ نے بذریعہ ترجمہ یا طبع زاد تخلیق روشن نہ کر دیا ہو۔انھوں نے اپنی زندگی کا آغاز ایک بیورو کریٹ کی حیثیت سے شروع کیا تھا اور ترقی کرتے ہوئے وہ ایک مقتدر مقام تک پہنچ گئے تھے۔ ان کے سامنے ابھی مزید ترقی کے بے پایاں امکانات روشن تھے۔لیکن علم و ادب کی لگن اور سندھ کی زبان، ثقافت، تہذیب و حالات سے جو غیر مشروط محبت تھی، اس نے انھیں بالآخر ملازمت کے عیش و آرام کو چھوڑکر من دھن سے علمی و ادبی کاموں میں لگ گیا۔ وہ اس قدر وسیع المطالعہ، فہیم، موقع شناس اور دور اندیش آدمی تھے کہ انھوں نے اپنے فکر و عمل سے جدید سندھی ادب کی راہیں متعین کر دی تھیں۔انھوں نے مختصر سی مدت میں سندھی زبان کو ہر شعبہ زندگی میں مؤثر اور خود کفیل بنا دینے کا تہیہ کرلیا تھا اور اس تردد س ضمن میں بغیر کی ترو اور رو و قدرت کے مصروف عمل ہو گئے تھے۔"ان کی اب تک شائع شدہ اور معلوم کتابوں کی تعداد ساڑھے چارسو بتائی جاتی ہے اور خیال غالب یہی ہے کہ کم از کم سو کتابوں کے مساوی مسودات ہنوز ترتیب پائے جانے کے منتظر ہوں گے۔اتنا وسیع البنیاد کام کرنے کے باوجود ان کی تحریر میں کہیں بھی سرسری پن یا معاملہ چلاؤ، رویے کا احساس نہیں ہوتا، کیوں کہ انھوں نے جس موضوع پر بھی قلم اٹھایا، پوری ذمہ داری اور تیاری کے ساتھ اٹھایا ہے ۔9

یہ امر جدید سندھی ادب کے لیے فال نیک تھا کہ اسے ابتدا ہی میں مرزا قلیچ بیگ جیسے چھتنارے درخت کا سایہ نصیب ہو گیا تھا اور بالخصوص یہ سندھی نثری ادب کی خوش بختی ہے کہ اسے مرزا

قلیچ بیگ جیسے صاحب طرز قلم کار کی سرپرستی نصیب ہوئی۔ناول اور ڈرامہ ہو کہ تاریخ، تحقیق و تنقید، مرزا قلیچ بیگ نے ہر جگہ موضوع اور مواد کی مناسبت سے اپنا طرز اظہار منتخب کیا ہے اور اس طرح اسلوب کے اعتبار سے بھی انھوں نے سندھی نثر کو متنوع بنا دیا ہے۔ان کے عمومی انداز تحریر میں سب سے نمایاں قدر عام نہی اور clarity تھی جو اس وقت تک پیدا نہیں ہوسکتی جب تک خیالات واضح اور صاف نہ ہوں۔

ان کے اسلوب نگارش کی دوسری خوبی مدلل ہونا تھا۔ان کی شاید ہی کوئی ایسی تحریر ہو جس میں کوئی دعوئی دلیل کے بغیر کیا گیا ہو۔تاثر پذیری ان کی تحریر کی تیسری بڑی اور اہم خوبی تھی۔یہ تاثر پذیری اس صداقت سے ابھرتی ہے جو لکھنے والے کے خلوص کی گواہی دیتی ہے۔خشک سے خشک اور ٹھوس علمی موضوع پر بھی ان کی تحریر نہ تو بے رنگی کا شکار ہوتی ہے اور نہ ادق و مشکل پسند معلوم ہوتی ہے کہ مرزا قلیچ بیگ متعین مقصدیت کے پر چارک اور سوجھ بوجھ رکھنے والے مؤثر ادیب تھے جن کے اثرات سے سندھی ادب اور بالخصوص سندھی نثر شاید ہی کبھی نکل سکے۔ مرزا قلیچ بیگ نے ادب کا شاید ہی کوئی شعبہ یا صنف ہو جس میں اپنا کمال نہ دکھایا ہو اور اسے ثروت مند نہ بنایا ہو۔وہ جتنے خلاق، ذہین اور باصلاحیت تھے، ان جسے کہیں زیادہ مفتی اور جفاکش بھی تھے۔چنانچہ ابتدا ہی سے انھوں نے سندھی زبان اور ادب میں قوتِ اظہار کو مضبوط سے مضبوط تر اور ہمہ گیر بنانے میں اقدامات کیے۔وہ سندھی زبان کی بابت تحقیق کے بنیادی کام کرنے والوں میں بھی سرفہرست ہیں۔سندھی زبان کے قواعد وضوابط اور گرائمر کے سلسلے میں ان کی کتاب "سندھی دیا کرن " اب بھی اساسی نوعیت رکھتی ہے۔

سندھی میں انشا پردازی کے عملی نمونے پیش کر کے انھوں نے اس دور میں نثری ادب کو بنیاد فراہم کی۔سندھی میں عام فہم اور مختلف المقاصد خط و کتابت اور روزمرہ کے معاملات کے بارے میں لکھنے پڑھنے کے طریقے سکھائے۔سندھی زبان کو دوسری زبانوں کے نادر شاہکاروں سے متعارف کرا کے انھوں نے سندھی کی ثروت مٹندی میں جو اضافہ کیا ہے، اس کے بغیر سندھی جدید خطوط پر ترقی کر ہی نہیں سکتی تھی۔تراجم کا دور بے شک مرزا قلیچ بیگ ہی سے معنون ہے اور انھوں نے اس سلسلے میں تنِ تنہا جتنا کام اور اعلیٰ کام کیا ہے، اس پیمانے کا کام بہت سے ادارے بھی نہیں کر سکتے ہیں۔ سندھی میں ناول نگاری، ڈراما نگاری اور مضمون نگاری کے شعبے مرزا قلیچ بیگ کی کاوشوں ہی سے

سرسبز ہوئے ہیں۔ مرزا قلیچ بیگ نہایت وسیع المطالعہ شخص تھے۔ وہ انگریزی، فارسی، ترکی، عربی اور اردو میں عالمانہ دسترس رکھتے تھے اور ان زبانوں میں ماہرانہ اظہار خیال کر سکتے تھے۔ چنانچہ انھوں نے انگریزی اور اردو سے بالخصوص کئی شاہپارے سندھی میں ترجمہ کیے ہیں۔ شیکسپیئر کے ڈرامے کے سندھی ترجمے ہوں کہ انگریزی اور اردو ناولوں کے ترجمے، سب مرزا قلیچ بیگ کے مرہون منت ہیں۔ مرزا قلیچ بیگ نے سندھی میں مطبع زاد ناول اور ڈرامے بھی لکھے ہیں اور سندھی فکشن کو ابتدا ہی میں تصوراتی فضا سے نکال کر حقیقت پسندیت کی ٹھوس زمین پر استوار کیا ہے۔ انھیں ان کے ہم عصر کتاب لکھنے کی مشین کہا کرتے تھے۔ جس کی صداقت میں شاید ہی کوئی شبہ کیا جاسکتا ہے۔

بے شک مرزا قلیچ بیگ سندھی نثر نگاری کے مرد اول تھے اور جدید سندھی ادب کا ان کی شخصیت اور کار کردگی کے بغیر کوئی بہتر تصور قائم نہیں کیا جاسکتا۔ مرزا قلیچ بک نے نہ نگاری کے علاوہ سندھی شاعری کو ثروت بند بنانے میں لائق تحسین کام کیے ہیں جس کی تفصیلات شاعری کے باب میں دی جاچکی ہیں۔

شیخ ایاز نے ابراہیم جویو کے نام اپنے ایک خط (مورخہ ۲۷/ اگست ۱۹۶۱ء پشاور میں مرزا قلیچ بیگ کو جن الفاظ میں خراج تحسین پیش کیا ہے وہ بھی یادگار ہیں۔ شیخ ایاز نے سندھی ادب کی مجموعی صورتِ حال اور سندھی ادیبوں کی تن آسانی کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا تھا:

" میں صرف ایک سندھی اسکالر کی عزت کرتا ہوں اور وہ ہیں مرزا قلیچ بیگ... اس کے وسیع ذوق نے اس کو اپنے دور کے گوناگوں ادب سے روشناس کرایا، قلیچ بیگ ہمارے ادبی ذوق اور انقلاب کا بانی تھا۔ کبھی کبھی جب میں اپنے شعور کے قالین کو ادھیڑتا ہوں تو اس سے دو تین رنگین دھاگے مرزا قلیچ بیگ کے ملتے ہیں۔ میں نے شاہد تمھیں کہیں نہیں بتایا ہے کہ میری عمر دس برس کی تھی جب میں نے مرزا قلیچ بیگ کو پڑھنا شروع کیا تھا۔ اس کی تصنیفات نے میرے ذہن کو سرخ چادر میں لپیٹ کر اس کے چاروں طرف رنگین تتلیاں اڑا دی ہیں۔ شاہ لطیف کے بعد مرزا قلیچ بیگ سندھ کی عظیم ترین ادبی شخصیت ہیں۔10

سندھی زبان وادب کے اس محسن کی وفات 1929ء میں ہوئی آخری آرام گاہ ٹنڈو ٹوڑھو حیدرآباد میں واقع ہے۔[1]

1

حوالہ جات

[1]۔ سہ ماہی، سندھی بولی، (قلیچ بیگ نمبر) مرتبین، تاج جویو، امین لغاری، سندھی لئنگویج اتھارٹی، حیدر آباد، ص، ۱۵۱

Sah mahi, sindhi boli, (Qalich bag number) mrtbin, taaj joyo, amin laghari, sindhi language authority, Haider abad, s, ۱۵۱

[2]۔ ھڑی آف سندھ، مرزا قلیچ بیگ، ص، ۲۹۳

Hari of Sindh , Mirza Qalich bag, s, ۲۹۳

[3]۔ نبی بخش خان بلوچ، ڈاکٹر، اچوتہ ریکارڈ رکھوں، سہ ماہی سندھی بولی (قلیچ بیگ نمبر) مرتبین تاج جویو، امین لغاری، سندھی لئنگویج اتھارٹی، حیدر آباد، ص ۲۰

Nabi bakhash Khan balouch, dr,Achuta record rakhon, sah mahi sindhi boli (Qalich bag number) mrtbin taaj joyo, amin laghari, sindhi language authority, Haider abad, s ۲۰

[4]۔ ایضاً، مضمون ابراہیم جویو، ص، ۲۳

Ayzan, mazmoon ibrahim joyo, s, ۲۳

[5]۔ منگھارام مدکانی، سندھی نثر جی تاریخ، روشنی پبلی کیشن، ص، ۷۵

Mangharaam madkani, sindhi nasr jee tareekh, roshni pbli kishn, s, ۷۵

[6]۔ قلیچ بیگ ٹیسا سندھی افسانہ، شمس الدین عرسانی، سندھی بولی ضاص نمبر ص: ۱۲۴

Qalich bag tisa sindhi afsana, Shams Aldeen ursani, sindhi boli Zaass number s : ۱۲۴

[7]۔ میمن عبدالمجید، سندھی، سندھی ادب جی تاریخ، انسٹی ٹیوٹ آف سندھ الاجی، ۱۹۸۳، ص ۴۲۴

Memon abdalmjid, sindhi, sindhi adab jee tareekh, insti tute of Sindh ۱۹۸۳,الاجی, s ۴۲۴

[8]۔ سہ ماہی سندھی بولی، (مرزا قلیچ بیگ نمبر) ص، ٦۰

Sah mahi sindhi boli, (Mirza Qalich bag number) s, ٦۰

[9]۔ سہ ماہی، سندھی بولی، (مرزا قلیچ بیگ نمبر) ص، ۱۰۲

Sah mahi, sindhi boli, (Mirza Qalich bag number) s, ۱۰۲

[10]۔ شیخ ایاز کے خطوط، ترتیب کرن سنگھ، محکمہ ثقافت وسیاحت، حکومت سندھ، ۲۰۰۹ء ص، ۱۰۷

Sheikh Ayaz ke khutoot, tarteeb kiran singh, mehakma Saqafat o sayahat, hukoomat Sindh ,Safa ۱۰۷,۲۰۰۹ء